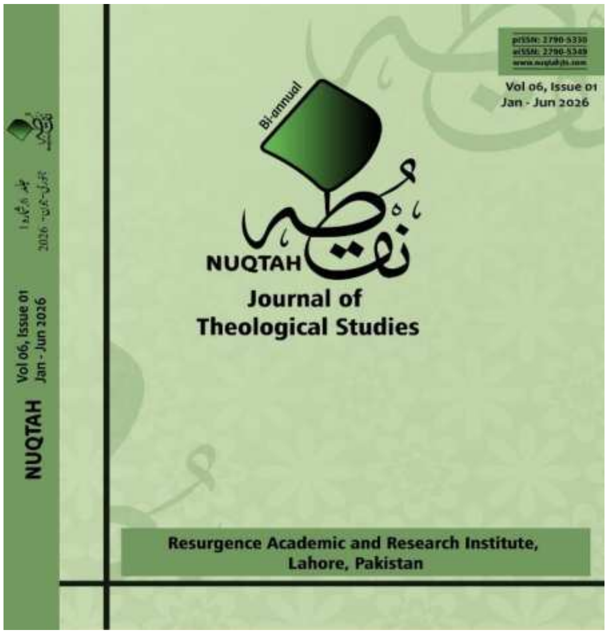

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by:

Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

فقہ اسلامی میں عرف کی حجیت: عہد نبوی کے نظائر کا فقہی واصولی مطالعہ

The Authority of Custom (*'Urf*) in Islamic Jurisprudence: A Study of Prophetic Precedents from the Perspectives of Fiqh and Usul al-Fiqh

Ms. Aqsa Riaz
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sialkot.
Email: aqsa32666@gmail.com

Ms. Zohra Malik
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Sialkot.
Email: zohra.malik@uskt.edu.pk

Published online: 26 March, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

Islamic law, known as Sharia, aims to provide fair and enduring principles and laws for everyone. It guides every individual living in an Islamic society on how they should conduct themselves and interact with others within that society. As society changes over time for those who live and work within it, Islamic laws, which are formulated on the basis of the Quran and Hadith, along with the guidance of the Companions' sayings, consensus (Ijma), analogy (Qiyas), and independent reasoning (Ijtihad), also undergo certain changes accordingly.

'Urf (custom) is a fundamental and dynamic source of Islamic jurisprudence, and has served as an important means of harmonizing Sharia with the demands of time and place. This concept has not only been a part of Islamic legislation throughout history, but its significance is equally recognized in the modern era.'Urf is, in essence, the legal expression of the collective consciousness of human society, which adapts to social needs while remaining within the boundaries of Islamic principles.

This is the beauty of Islam that while its teachings are eternal and true, jurists (Fiqh) continually strive to resolve the problems faced in social life in the light of those teachings. Islamic law presents itself as a universal and enduring legal system, designed to guide human conduct amid changing social, economic, and cultural contexts. The adaptability of Sharia is neither accidental nor unlimited; rather, it is achieved through well-defined jurisprudential principles that balance textual authority with social reality.

Among the foundational principles of Usul al-Fiqh (Islamic legal theory), 'urf has played a pivotal role in ensuring the practical implementation of Islamic law in diverse societies. Jurists acknowledged that legal rulings, particularly in matters of transactions and social relations,cannot be applied without reference to prevailing customary practices.

Therefore, this paper will clarify the authority and status of 'urf, and highlight its position and rank, so that it becomes easier to understand the significance of 'urf in jurisprudence (Fiqh) and the principles of jurisprudence (Usul al-fiqh).

Keywords: 'Urf (Custom), Tradition, Islamic Jurisprudence, Customary practices

عرف کا مختصر تعارف:

عرف سے مراد وہ عادات ورسوم ہیں جو کسی معاشرے میں عام طور پر رائج ہوں۔ فقہ اسلامی میں عرف کو ثانوی ماخذ کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، بشرطیکہ وہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کئی مواقع پر عرف کو مد نظر رکھا گیا۔ مثلاً نکاح، تجارت، لباس اور معاشرتی معاملات میں موجودہ عرف کو برقرار رکھا گیا، جب تک وہ شریعت کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہو۔ فقہاء نے قاعدہ وضع کیا کہ "المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً" یعنی جو چیز عرف میں معروف ہو، وہ شرط کے درجے میں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرف کو فقہی استدلال میں معتبر حیثیت حاصل ہے۔

لغوی تعریف:

"الْعُرْفُ: الْمَعْرُوفُ، وَالْعُرْفُ: ضِدُّ النُّكْرِ، وَالْعُرْفُ: اسْمٌ مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَهُوَ كُلُّ مَا تَعْرِفُهُ النَّفْسُ مِنَ الْخَيْرِ وَتَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ[1]"

عُرف سے مراد معروف (پہچانی ہوئی) چیز ہے، اور عُرف منکر (ناپسندیدہ) کی ضد ہے، اور عُرف معروف کا اسم ہے، اور وہ ہر وہ چیز ہے جسے نفس خیر (بھلائی) میں سے پہچانتا ہے اور اس پر مطمئن ہوتا ہے۔

"الْعُرْفُ، بِالضَّمِّ: الْمَعْرُوفُ، وَضِدُّ النُّكْرِ، وَالْعَادَةُ، وَالْجُودُ، وَالْمَعْرُوفُ مِنَ الْخَيْرِ، وَطِيبُ الرَّائِحَةِ[2]"

عُرف (عین پر پیش کے ساتھ) کے معنی ہیں: معروف چیز، منکر کی ضد، عادت و دستور، سخاوت و فیاضی، نیکی میں سے معروف کام، اور خوشبو۔

"الْعُرْفُ: الْمَعْرُوفُ، وَجَمْعُهُ أَعْرَافٌ، وَكُلُّ مَا تَعْرِفُهُ النَّفْسُ وَتَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ، وَقِيلَ: الْعُرْفُ مَا اعْتَادَتْهُ النُّفُوسُ وَأَلِفَتْهُ[3]"

عُرف کے معنی معروف چیز کے ہیں، اور اس کی جمع 'أعراف' ہے، اور ہر وہ چیز جسے نفس پہچانتا ہو اور اس پر مطمئن ہو، اور کہا گیا ہے کہ: عُرف وہ ہے جس کی نفوس کو عادت ہو جائے اور وہ اسے اپنا لیں۔

"الْعُرْفُ، بِالضَّمِّ: الْمَعْرُوفُ، ضِدُّ الْمُنْكَرِ، وَهُوَ كُلُّ فِعْلٍ يُعْرَفُ بِالشَّرْعِ أَوِ الْعَقْلِ حُسْنُهُ، وَالْعُرْفُ: الْعَادَةُ الظَّاهِرَةُ الَّتِي يَتَعَارَفُهَا النَّاسُ[4]"

عُرف (عین پر پیش کے ساتھ) کے معنی معروف کے ہیں، جو منکر کی ضد ہے، اور وہ ہر وہ فعل ہے جس کی اچھائی شریعت یا عقل کے ذریعے معلوم ہو، اور عُرف ظاہر عادت کو کہتے ہیں جسے لوگ آپس میں جانتے اور مانتے ہوں۔

اصطلاحی تعریف:

فقہ میں عرف کی اصطلاحی تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے۔ استاذ منصور محمد شیخ فرماتے ہیں:

فالعرف ما تعارفه الناس والفوه حتى استقر في نفوسهم من فعل شاء بينهم أو قول كثر استعماله في معنى خاص بحيث يتبادر منه هذاالمعنى عند الإطلاق دون معناه الأصلي.[5]

عرف وہ ہے جو لوگوں میں متعارف ہو اور لوگ اس سے مانوس ہو گئے ہوں حتیٰ کہ وہ ان کے نفوس میں پیوست ہو گیا ہو، خواہ وہ فعل ہو جو ان میں شائع ہو یا قول جس کا استعمال کثرت کے ساتھ کسی خاص معنی میں ہوتا ہو اس طرح کہ اطلاق کے وقت یہی معنی اس سے مفہوم و متبادر ہو نہ کہ اس کے اصلی معنی۔

فقہی تعریف:

عرف کی فقہی اصطلاحی تعریف یہ ہے: "ایسا امر جو عام طور پر عوام و خواص کے درمیان اچھا سمجھا جانے کی وجہ سے رائج ہو اور عقولِ سلیمہ اسے تسلیم کرتی ہوں"۔[6]

فقہی اصطلاح میں عرف نام ہے اس چیز کا جس کی جمہور لوگوں نے عادت بنالی ہو اور وہ ان کے مابین جاری و ساری ہو خواہ وہ چیز فعل ہو جو لوگوں کے درمیان شائع و عام ہو گیا ہو یا وہ کوئی قول ہو جو کسی خاص معنی میں ان کے مابین مستعمل ہو اس طرح کہ وہ بولا جائے تو وہی معروف معنی کی طرف ذہن متبادر ہو۔[7]

عُرف کی اقسام:

❖ **صحت و عدمِ صحت کے اعتبار سے:**

عُرفِ صحیح: وہ عرف جو شریعت کے کسی نص (قرآن و حدیث) کے خلاف نہ ہو، نہ کسی واجب کو ساقط کرے اور نہ کسی حرام کو حلال کرے۔[8] مثال: تجارت میں رائج معاملات، شادی بیاہ کے جائز رسوم، ہدایا کا تبادلہ۔

وہ عرف ہے جو نصوص شارع کے معارض نہ ہو، یا شریعت فی الجملہ اس کے معتبر ہوئے کئی شہادت دے رہی ہو۔ اس عرف کو اختیار کرنا اور لینا معتبر ہے چونکہ یہ اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے۔

العرف الصحيح، فإنه يؤخذ به ويعتبر الأخذ به أخذاً بأصل من أصول الشرع[9].

عُرفِ فاسد: وہ عرف جو شریعت کی نص کے خلاف ہو، یا کسی واجب کو ساقط کرے یا حرام کو حلال کرے۔ مثال: سود پر لین دین، جہیز کا لالچ، شراب نوشی کی محفلیں، رشوت کا رواج۔[10]

وہ عرف ہے جس سے لوگ متعارف ہوں (یعنی اس کا وہ عرف رہا ہو اور اس پر تعامل بھی رہا ہو لیکن وہ شریعت کے مخالف ہو اور قواعد شرع سے متصادم ہو۔ عرف فاسد کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ متروک العمل ہے۔[11]

❖ عمومیت وخصوصیت کے اعتبار سے:

عُرفِ عام: وہ عرف جو تمام ممالک یا اکثر علاقوں میں مشترک اور رائج ہو۔[12] مثال: خرید وفروخت کے عمومی اصول، مہمان نوازی، تحائف کا تبادلہ۔

عُرفِ خاص: وہ عرف جو کسی خاص ملک، علاقے، قوم یا پیشہ ور طبقے میں رائج ہو۔[13] مثال: کسی خاص علاقے کا لباس، مخصوص تجارتی اصطلاحات، مقامی رسوم۔

عرف عام وخاص کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ عرف عام میں یہ قید ہوتی ہے کہ ایک زمانہ کے تمام لوگوں کا تعامل کسی عمل پر ہو اور علماء کی طرف سے اس پر نکیر نہ کی گئی ہو لیکن عرف خاص کے اندر تمام لوگوں کا تعامل نہیں ہوتا بلکہ کسی مخصوص شہر کے لوگوں کا تعامل ہوتا ہے اور وہاں کے علماء نے اس پر نکیر بھی نہ کی ہو۔[14]

❖ قول و عمل کے اعتبار سے:

عُرفِ قولی (لفظی): وہ عرف جو الفاظ کے استعمال اور معانی میں رائج ہو۔[15] مثال": لحم"(گوشت) سے مچھلی کا گوشت مراد نہ لینا اور "ولد" سے صرف بیٹا مراد لینا، بیٹی نہیں۔

عُرفِ عملی (فعلی): وہ عرف جو لوگوں کے افعال اور معاملات میں رائج ہو۔ مثال: خرید وفروخت کے طریقے، کرایہ داری کی شرائط، نکاح میں مہر کی ادائیگی کا طریقہ، تجارتی لین دین کے رائج اصول۔[16]

❖ زمانے کے اعتبار سے:

عُرفِ قدیم: پرانا اور قدیم دور سے چلا آنے والا عرف۔[17]

عُرفِ حادث (جدید): نیا اور حالیہ دور میں رائج ہونے والا عرف۔[18] مثال: جدید تجارتی معاملات، الیکٹرانک لین دین، آن لائن خرید وفروخت۔

عرف کی قبولیت کی شرائط:

فقہاء کرام نے عرفِ صالح کی قبولیت کے لئے کچھ شرائط بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں؛

(1) عرف نص شرعی سے معارض نہ ہو۔

(2) وقت قانون سازی عرف باقی ہو۔

(3) عرف غالب اور عام ہو۔

(4) معاشرے میں اس کا پورا کرنا ضروری متصور ہوتا ہو۔

(5) معاملے کرنے والوں نے اس کے بر خلاف کوئی شرط نہ لگائی ہو۔[19]

عرف کی حجیت کے شرعی دلائل اور اہم فقہی قواعد:

فقہاء نے عرف وعادت کے شریعت میں اعتبار کو اصول کی حیثیت سے مان کرے جو قواعد وضع کیے ہیں ان کی تعبیر مختلف انداز سے کی جاتی ہے اور پھر اس کی روشنی میں مختلف مسائل کا شرعی حکم متعین کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کی تعبیرات حسب ذیل قواعد کی شکل اختیار کر گئی ہیں:

۱۔العادة محكمة: یعنی عرف وعادت کی حیثیت شرعی احکام اور حقوق والتزام میں فیصلہ کن ہوتی ہے اور عرف کے مطابق فیصلہ کرنا بھی لازم ہوتا ہے۔

۲۔الحقيقة تترك بدلالة العادة: یعنی معاملات اور شرعی احکام میں لفظ۔ مفہوم کو حرف کی بناء پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور عرف کو لفظ کے حقیقی معنی پر ترجیح ہوتی ہے۔

۳۔استعمال الناس حجة يجب العمل بها: یعنی لوگوں کا تعامل اور عرف غیر منصوص امور میں شرعی حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔

۴۔المعروف عرفا کالمشروط شرعا: عقود و معاملات اور وہ باتیں جو عرفا لوگوں کو معلوم ہوں وہ بغیر ذکر کیے ہوئے بھی شرط کی حیثیت سے معتبر ہوں گی، بشر طیکہ وہ شرعی نصوص کے مغائر نہ ہوں۔

۵۔التعیین بالعرف کالتعیین بالنص: یعنی وہ امور جہاں کوئی شرعی نص نہ ہو، ان میں عرف کی حیثیت شرعی نص جیسی ہی ہوتی ہے، چنانچہ عقود و معاملات کی تمام تر شروط کی تعین عرف کی روشنی میں ہی کی جائے گی۔

۶۔الثابت بالعرف کالثابت بالنص: اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ جہاں کوئی شرعی نص نہ ہو وہاں عرف کو وہی حیثیت حاصل ہو گی جو شرعی نص کو ہوا کرتی ہے اور عرف پر ہی عمل کیا جائے گا۔

۷۔لا ینکر تغیر الأحکام بتغییر الأزمان: زمانہ اور عرف وعادت کے بدل جانے سے احکام میں بھی تبدیلی ہو جایا کرتی ہے یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

غرض یہ کہ شرعی نصوص میں عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید اور نص کے معنی ومفہوم کی تعیین و تحدید کے علاوہ فقہاء بہت سے احکام و معاملات کی بنیاد عرف پر رکھتے ہیں، مثلا مال کب محرز سمجھا جائے گا اور سرقہ کا تحقق کب ہو گا؟ خرید وفروخت میں معاملہ کب مکمل سمجھا۔[20]

عہد نبوی میں عرف کی مثالیں اور ان کا اطلاق

❖ **معاملات میں عرف کا اعتبار**

کیل ووزن کے معاملات:

عہد نبوی میں تجارتی معاملات میں مدینہ منورہ کے عرف کو معتبر قرار دیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں دو قسم کے پیمانے رائج تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "الْوَزْنُ وَزْنُ أَهْلِ مَكَّةَ وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ"[21] (وزن مکہ والوں کا اور پیمانہ مدینہ والوں کا)۔

اطلاق: اس سے معلوم ہوا کہ معاشی معاملات میں مقامی عرف کو اہمیت دی جائے، بشر طیکہ وہ شرعی حدود میں ہو۔

❖ **نکاح وطلاق میں عرف**

مہر کی تعیین: عہد نبوی میں مہر کی مقدار میں عرف کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ "مہر المثل" کا تصور اسی پر مبنی ہے کہ خاندان اور علاقے کے عرف کے مطابق مہر مقرر کیا جائے۔

ایلاء کی مدت: ایلاء (بیوی سے دور رہنے کی قسم کھانا) میں چار ماہ کی مدت عربوں کے عرف کی بنیاد پر مقرر کی گئی، کیونکہ یہ مدت ان کے نزدیک صبر کی انتہا تھی۔

❖ **عبادات میں عرف کا کردار**

اوقات نماز کی تعیین: نماز کے اوقات کی تعیین میں سورج کی حرکت اور اس کے بارے میں عربوں کے عرفی علم کو بنیاد بنایا گیا۔ الفاظ جیسے "زوال"، "غروب"، "فجر صادق" وغیرہ عربی عرف کی بنیاد پر واضح تھے۔

❖ **قضاء وعدالت میں عرف**

گواہی میں عرف: رسول اللہ ﷺ نے قرض کے معاملات میں دو گواہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو معتبر قرار دیا۔ یہ اس عرف پر مبنی تھا کہ عورتوں کی تجارتی معاملات میں کم شرکت کی وجہ سے ایک دوسری کو یاد دلا سکے۔

قسامہ کا نظام: قسامہ (قتل کے معاملے میں پچاس قسمیں) کا نظام جاہلیت کے عرف میں موجود تھا، اسلام نے اسے برقرار رکھا کیونکہ یہ فتنے کو ختم کرنے کا مؤثر طریقہ تھا۔(قَسامَت کا مطلب یہ ہے کہ کسی جگہ مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور اولیائے مقتول اہل محلہ پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعویٰ کریں اور اہل محلہ انکار کریں تو اس محلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔اسلامی شریعت میں انسانی جان کی حرمت اور تحفظ کے لیے جو احکام وضع کیے گئے ہیں قانون قسامت ان میں سے ایک ہے جو کہ دراصل جرمِ قتل کے ثبوت سے متعلق ہے جب قاتل نامعلوم ہو اور اس سلسلے میں کوئی ثبوت نہ ہوں۔)

❖ **خوراک و پوشاک میں عرف**

لباس کی حدود: صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: "جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾ (یعنی عورتیں اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالیں)، تو عورتوں نے اپنی چادروں کے کنارے کاٹ کر اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیا۔"[22]

اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب اعضاء کی پردہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بالغ ہونے کے بعد عورت کے لیے مناسب ہے کہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔ یہ عرب کے لباس کے عرف کے مطابق تھا۔

کھانے کے آداب: کھانے پینے کے آداب میں بھی عرف کو ملحوظ رکھا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا فِي غَيْرِ سَرَفٍ وَلَا مَخِيلَةٍ"[23]

کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو، لیکن اسراف اور تکبر نہ ہو۔

اس روایت میں مقامی کھانوں کے عرف کی تصدیق تھی۔

❖ **زبان والفاظ میں عرف:**

الفاظ کے معانی: قرآن و حدیث میں استعمال ہونے والے الفاظ کی تفہیم میں عربی عرف کو بنیاد بنایا گیا۔ مثلاً "البیع" (خرید و فروخت)، "ا لنکاح" (نکاح)، "الطلاق" (طلاق) جیسے الفاظ کے معانی عربوں کے عرف سے متعین تھے۔

سفر و حضر میں عرف: سفر کی مسافت: نماز قصر کے لیے سفر کی مسافت کی تعیین میں عرف کو دیکھا گیا۔ علماء نے عرب کے سفر کے عرف (تین دن کی مسافت) کو معتبر مانا۔

تجارت میں عرف: سلم کا معاملہ: سلم (پیشگی ادائیگی پر مستقبل میں سامان کی فروخت) کا معاملہ مدینہ منورہ میں رائج تھا۔ آپ ﷺ نے اسے جائز قرار دیا لیکن اس میں شرائط لگائیں کہ وزن، مقدار، اور مدت معین ہو۔

عاریہ (ادھار): سامان ادھار دینے کا رواج عہد نبوی میں موجود تھا۔ اسے جائز قرار دیا گیا اور اس کے احکام بیان کیے گئے۔

عہد نبوی کے نظائر کا عصری اطلاق

❖ **معاشی معاملات:**

آج کے دور میں بینکنگ، انشورنس، اور دیگر معاشی معاملات میں عرف کو دیکھتے ہوئے احکام استنباط کیے جا سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ شرعی اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔ اسلامی فقہ میں معاشی معاملات کے بارے میں اصول یہ ہے کہ عرف کو ملحوظ رکھا جا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ جدید دور میں بینکنگ، انشورنس اور دیگر مالیاتی نظام عرف کا حصہ بن چکے ہیں، اس لیے فقہاء نے ان پر غور کیا اور شرعی اصولوں کی روشنی میں ان کے احکام بیان کیے۔

1۔بینکنگ:

جائز پہلو: جدید عرف میں بینک کے ذریعے لین دین، چیک، ڈیبٹ کارڈ، آن لائن ٹرانسفر وغیرہ عام ہیں۔ یہ سب جائز ہیں کیونکہ یہ امانت اور سہولت کے اصول پر مبنی ہیں۔

ناجائز پہلو: سودی لین دین عرف ہونے کے باوجود ناجائز ہے کیونکہ قرآن نے سود کو صریحاً حرام قرار دیا ہے۔اسلامی بینکنگ اسی لیے وجود میں آئی تاکہ عرف کو برقرار رکھتے ہوئے سود سے بچا جا سکے۔

2۔انشورنس:

روایتی انشورنس: اکثر صورتوں میں سود اور جوا غرر میں شامل ہوتا ہے،اس لیے فقہاء نے اسے ناجائز کہا۔[24]

اسلامی انشورنس(تکافل): یہ تعاون اور باہمی کفالت کے اصول پر مبنی ہے،اس لیے جائز ہے۔یہ عرف کو برقرار رکھتے ہوئے شریعت کے مطابق بنایا گیا ہے۔

❖ **دیگر مالیاتی معاملات**

آن لائن ٹرانزیکشنز: جدید عرف میں ڈیجیٹل ادائیگی اور ای-معاہدے عام ہیں۔فقہاء نے کہا کہ اصل شرط ایجاب و قبول اور رضامندی ہے، چاہے وہ زبانی ہو، تحریری ہو یا ڈیجیٹل۔اس لیے یہ عرف معتبر ہے۔

سرمایہ کاری: شریعت نے شفافیت، انصاف اور سود سے اجتناب کو لازمی قرار دیا ہے۔جدید عرف میں سرمایہ کاری کے مختلف طریقے (شراکت داری، مضاربہ، مشارکہ) اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالے جا سکتے ہیں۔

❖ **عائلی قوانین:**

مختلف معاشروں میں نکاح، طلاق، اور میراث کے معاملات میں مقامی رسوم کو (شرعی حدود میں) ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔عائلی قوانین میں عرف کو ملحوظ رکھنے کا اصول یہ ہے کہ نکاح، طلاق اور میراث جیسے معاملات میں مقامی رسوم اور رواج کو شرعی حدود کے اندر قبول کیا جا سکتا ہے۔شریعت نے بنیادی اصول اور حدود واضح کر دی ہیں، لیکن ان کے اندر رہتے ہوئے عرف کو تسلیم کیا جا سکتا ہے تاکہ معاشرتی سہولت اور ہم آہنگی قائم رہے۔

نکاح:

شریعت نے نکاح کے لیے ایجاب و قبول اور گواہوں کی موجودگی لازمی قرار دی ہے۔باقی نکاح کی رسومات جیسے ولیمہ، نکاح نامہ کی رجسٹریشن، یا مقامی طور پر نکاح پڑھنے کا طریقہ عرف کے مطابق ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔

طلاق:

طلاق کا شرعی طریقہ واضح ہے، لیکن مختلف معاشروں میں اس کے اعلان یا رجسٹریشن کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں۔مثلاً عدالت کے ذریعے رجسٹریشن یا مقامی کونسل میں اطلاع دینا عرف کے مطابق ہے اور شریعت کے خلاف نہیں۔

میراث:

قرآن نے وراثت کے حصے مقرر کر دیے ہیں۔لیکن تقسیم کا طریقہ عرف کے مطابق ہو سکتا ہے، جیسے بعض معاشروں میں وراثت تحریری دستاویز کے ذریعے تقسیم کی جاتی ہے یا خاندان کے بزرگ کی نگرانی میں۔یہ عرف معتبر ہے کیونکہ اصل حصے قرآن کے مطابق دیے جا رہے ہیں۔

❖ **عدالتی نظام:**

گواہی، قرائن، اور شہادت کے معاملات میں عصری عرف کو دیکھا جا سکتا ہے۔عدالتی نظام میں عرف کو دیکھنا اس لیے ضروری ہے کہ گواہی، شہادت اور ثبوت کے طریقے وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔شریعت نے اصول بیان کیے ہیں، لیکن ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے معاشرتی اور عصری عرف کو بھی ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔

1۔گواہی کے ذرائع:

آج کل عرف یہ ہے کہ تحریری دستاویزات، آڈیو/ویڈیو ریکارڈنگ، اور ڈیجیٹل ریکارڈ بھی شہادت کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔شریعت میں اصل اصول "حق کو ثابت کرنا" ہے، لہٰذا یہ عرف معتبر ہے جب تک کہ جھوٹ یا دھوکہ نہ ہو۔[25]

2۔قرائن (Circumstantial Evidence):

جدید عدالتی نظام میں قرائن جیسے فنگر پرنٹ، ڈی این اے ٹیسٹ، یا موبائل لوکیشن ڈیٹا کو ثبوت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ یہ عرف شریعت کے اصول "البينة على المدعى" (دعویٰ کرنے والے پر دلیل لازم ہے) کے مطابق ہے، اس لیے اسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

3۔شہادت کا طریقہ:

پہلے عدالت میں گواہ حاضر ہو کر بیان دیتے تھے۔ آج کل عرف یہ ہے کہ ویڈیو لنک یا آن لائن گواہی بھی دی جا سکتی ہے۔ جب تک یہ طریقہ انصاف اور سچائی کے تقاضے پورے کرتا ہے، شریعت اس عرف کو رد نہیں کرتی۔

❖ طبّی مسائل:

طبّی علاج، اعضاء کی پیوند کاری، اور دیگر جدید طبّی مسائل میں ماہرین کے عرف کو اہمیت دی جا سکتی ہے۔ طبّی مسائل میں عرف کو دیکھنا اس لیے ضروری ہے کہ جدید دور میں علاج کے طریقے، آلات، اور میڈیکل پریکٹس مسلسل بدل رہی ہیں۔ فقہاء نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ جہاں نصِ شرعی خاموش ہو، وہاں ماہرینِ طب کا عرف اور عملی تجربہ معتبر ہوگا، بشرطیکہ وہ شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ طبّی علاج:

پہلے علاج جڑی بوٹیوں اور روایتی طریقوں سے ہوتا تھا، آج کل عرف یہ ہے کہ جدید میڈیکل سائنس کے مطابق دوائیں اور سرجری استعمال کی جاتی ہیں۔ شریعت نے علاج کو جائز قرار دیا ہے، لہٰذا عرف کے مطابق جدید طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔

2۔اعضاء کی پیوند کاری:

یہ جدید عرف ہے کہ مریض کی جان بچانے کے لیے اعضاء کی پیوند کاری کی جاتی ہے۔ فقہاء نے اس پر غور کیا اور کہا کہ اگر یہ انسانی وقار اور شرعی اصولوں (مثلاً خرید و فروخت نہ ہو، رضامندی ہو، اور جان بچانے کی ضرورت ہو) کے مطابق ہو تو یہ عرف معتبر ہے۔[26]

3۔جدید طبّی آلات:

آج کل عرف یہ ہے کہ تشخیص کے لیے ایکسرے، ایم آر آئی، اور لیبارٹری ٹیسٹ استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ عرف شریعت کے اصول "علاج کرواؤ" کے مطابق ہے، اس لیے اسے قبول کیا جاتا ہے۔

❖ ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل معاملات:

آن لائن معاملات، ڈیجیٹل کرنسی، اور الیکٹرانک معاہدوں میں عصری عرف کی روشنی میں احکام متعین کیے جا سکتے ہیں۔ ڈیجیٹل اور ٹیکنالوجی کے معاملات میں عرف کو دیکھتے ہوئے فقہی احکام کا استنباط کرنا آج کے دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ شریعت نے اصول دیے ہیں، لیکن ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عصری عرف کو تسلیم کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعی حدود کے خلاف نہ ہو۔ جس کے اہم پہلو حسب ذیل ہیں۔

1۔آن لائن معاملات:

آج کل عرف یہ ہے کہ خرید و فروخت، ادائیگی اور کاروباری معاہدے آن لائن کیے جاتے ہیں۔ فقہاء نے واضح کیا ہے کہ اگر ان معاہدوں میں دھوکہ، سود یا ناجائز شرط نہ ہو تو یہ عرف معتبر ہے۔ ای میل، ڈیجیٹل دستخط یا الیکٹرانک رسیدیں شرعی طور پر گواہی اور ثبوت کے طور پر قبول کی جا سکتی ہیں۔

2۔الیکٹرانک معاہدے:

آج کل عرف یہ ہے کہ معاہدے کاغذ پر نہیں بلکہ ڈیجیٹل صورت میں کیے جاتے ہیں۔ فقہاء نے کہا ہے کہ اصل شرط ایجاب و قبول اور رضامندی ہے، چاہے وہ زبانی ہو، تحریری ہو یا ڈیجیٹل۔اس لیے الیکٹرانک معاہدے معتبر ہیں، جب تک وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہوں۔

عرف کی حدود و قیود:

❖ نص کے مقابلے میں عرف نہیں:

اگر کسی معاملے میں واضح نص موجود ہو تو عرف کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔ "نص کے مقابلے میں عرف نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی معاملے میں قرآن یا حدیث سے واضح حکم (نص) موجود ہو تو اس کے مقابلے میں لوگوں کا رواج یا عرف کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ شریعت میں اصل بنیاد نص ہے، عرف صرف وہاں معتبر ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو یا نص نے اس معاملے کو کھلا چھوڑ دیا ہو۔

مثلاً قرآن میں وراثت کے حصے واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں: بیٹے کا حصہ بیٹی سے دوگنا ہوگا۔اب اگر کسی معاشرے میں عرف یہ ہو کہ بیٹی کو بیٹے کے برابر حصہ دیا جائے، تو یہ عرف معتبر نہیں ہوگا کیونکہ نصِ قرآنی موجود ہے۔ نص کے ہوتے ہوئے عرف کو ترجیح دینا شریعت کے اصول کے خلاف ہے۔

علامہ شامی اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"اذا خالف العرف الدليل الشرعی نان خالفه من كل نجه بان لزم منه ترك النص فلا شك في رده كتعارف الناس كثيراً من المحرمات من الربا وشرب الخمر و لميس الحرير والذهب وغير ذالك مما ورد تحريمه"[27]

اگر عرف اور دلائل شریعت میں من کل الوجوہ مخالفت ہو، یعنی عرف پر عمل کرنے سے نص کا ترک لازم آتا ہو تو اس عرف کے رد کرنے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جیسے لوگ بہت سے محرمات مثلاً سود، شراب نوشی، ریشمی کپڑوں اور سونے کے استعمال سے عادی ہو جاتے ہیں تو ایسے محرمات جن کی حرمت نص سے ثابت ہو وہ قابل ترک ہیں۔

❖ فاسد عرف کا رد:

جو عرف اخلاقی اقدار، شرعی احکام، یا انسانی حقوق کے خلاف ہو، اسے رد کیا جائے گا۔ "فاسد عرف کا رد" کا اصول یہ ہے کہ اگر کسی معاشرتی رواج یا عرف میں ایسی بات شامل ہو جو اخلاقی اقدار، شرعی احکام یا انسانی حقوق کے خلاف ہو، تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ رد کر دیا جائے گا۔

عرف کسی شرعی نص کے منافی اور اس کو معطل کرنے کا باعث نہ ہو کیونکہ ایسا عرف جو شرعی نصوص شریعت کے مقاصد اور اس کی روح کے خلاف ہو وہ عرف فاسد کہلاتا ہے اور شریعت میں اعتبار صرف عرف صالح کا ہے۔ مثال کے طور پر اگر شراب نوشی، قمار بازی، سودی کاروبار، رقص و سرور کہیں کا عرف بن جائے، ضیافت میں حرام چیزوں کے پیش کرنے یا منگیتر کے ساتھ عقد سے پہلے ہی بے تکلف سیر و تفریح کا رواج ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ اس طرح کے عرف کا شریعت میں اعتبار نہیں بلکہ اس طرح کی چیزوں کی روک تھام اور معاشرہ کی ان امور میں اصلاح شریعت کا اولین مقصد ہوگا ورنہ تو تمام تر تکلیفی احکام ہی فوت ہو جائیں گے اور شریعت کا عملی زندگی سے یکسر خاتمہ ہو کر رہ جائے گا۔[28]

جہیز کا عرف: بعض معاشروں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کے والدین کو شادی کے وقت بھاری جہیز دینا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ یہ عرف نہ صرف مالی بوجھ کا سبب بنتا ہے بلکہ شریعت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔اس لیے یہ فاسد عرف ہے اور رد کیا جائے گا۔

❖ متغیر عرف:

عرف بدلتا رہتا ہے، اس لیے فقہی احکام میں لچک ہونی چاہیے۔ "متغیر عرف" کا مطلب یہ ہے کہ عرف اور رواج وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں، اس لیے فقہی احکام میں ان تبدیلیوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ شریعت نے عرف کو وہاں معتبر مانا ہے جہاں نص موجود نہ ہو، لیکن چونکہ عرف جامد نہیں بلکہ متغیر ہے، اس لیے فقہ میں لچک رکھی گئی ہے تاکہ نئے حالات کے مطابق احکام کو سمجھا اور نافذ کیا جا سکے۔

لباس کا عرف: آج دنیا بھر میں مختلف لباس رائج ہیں۔ شریعت نے لباس کے بارے میں بنیادی اصول (ستر ڈھانپنا، غیر اخلاقی نہ ہونا) بیان کیے ہیں، باقی عرف کے مطابق بدل سکتا ہے۔

لین دین کا عرف: پرانے زمانے میں خرید و فروخت زیادہ تر نقد ہوتی تھی، آج کل قسطوں پر یا آن لائن خریداری عام ہے۔ فقہ ان نئے عرف کو تسلیم کرتی ہے، بشرطیکہ وہ شرعی اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔

حاصلِ کلام:

مندرجہ بالا گفتگو کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عرف اسلامی فقہ کا ایک اہم اور بنیادی ثانوی ماخذ ہے، جس سے مراد وہ عادات و رسوم ہیں جو کسی معاشرے میں عام طور پر رائج ہوں اور جنہیں عقل سلیم قبول کرے۔ عہد نبوی ﷺ میں عرف کو معاملات، نکاح، عبادات اور قضاء جیسے متعدد شعبوں میں ملحوظ رکھا گیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے پیمانے اور مکہ معظمہ کے اوزان کو معتبر قرار دیا۔ فقہاء نے عرف کی دو بنیادی اقسام بیان کی ہیں، یعنی عرفِ صحیح جو شریعت کے موافق ہو اور عرفِ فاسد جو شریعت کے خلاف ہو، اور یہ اصول طے کیا کہ عرفِ فاسد کو کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا۔ فقہی قاعدہ "الْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ" اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ عرف کو فقہی استدلال میں معتبر مقام حاصل ہے۔ تاہم جہاں قرآن و حدیث کی واضح نص موجود ہو وہاں "عرف" کو ہرگز ترجیح نہیں دی جا سکتی کیونکہ نص ہمیشہ "عرف" پر مقدم ہوتی ہے۔ جدید دور کے معاشی مسائل جیسے اسلامی بینکنگ، تکافل اور آن لائن تجارت میں بھی عرف کی روشنی میں احکام اخذ کیے جا سکتے ہیں بشرطیکہ سود اور دھوکہ سے پاک ہوں۔ عائلی قوانین یعنی نکاح، طلاق اور میراث میں مقامی رسوم کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح طبّی مسائل اور جدید ٹیکنالوجی کے معاملات میں بھی ماہرین کا عرف معتبر ہے جب تک وہ بنیادی اسلامی اصولوں سے نہ ٹکرائے۔ "عرف" چونکہ وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اس لیے اسلامی فقہ میں لچک رکھی گئی ہے تاکہ نئے حالات میں بھی احکام کا اطلاق ممکن رہے۔ غرض یہ کہ "عرف" اسلامی شریعت کی عالمگیریت اور ہمہ گیریت کا مظہر ہے جو ہر دور اور ہر معاشرے میں انسانی ضروریات کو شرعی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کا ذریعہ ہے۔

حوالہ جات:

[1] الانصاری الافریقی، محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور، لسان العرب، الطبعة الثالثة، بیروت: دار صادر، ١٤١٤ھ، ج: ٢، مادة: عرف، ص: 747۔

Al-Anṣārī al-Ifrīqī, Muḥammad ibn Mukarram ibn ʿAlī ibn Aḥmad Ibn Manẓūr, *Lisān al-ʿArab*, al-Ṭabʿah al-Thālithah, Bayrūt: Dār Ṣādir, 1414 AH, Vol. 2, maddah: ʿArafa (ʿ-r-f), p. 747.

[2] الفیروزآبادي، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، تحقیق: محمد نعیم العرقسوسي، بیروت: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع، 1426ھ، مادّة: (عرف)، ص: 820

Al-Fayrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad ibn Yaʿqūb, *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*, taḥqīq: Muḥammad Naʿīm al-ʿIrqsūsī, Bayrūt: Muʾassasat al-Risālah li-al-Ṭibāʿah wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʿ, 1426 AH, maddah: ʿ-r-f (ʿArafa), p. 820.

[3] الفیومي، أحمد بن محمد بن علی، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، دار المعارف، قاهرہ: دار المعارف (الطبعة الثانیة)، ١٣٩٧ھ، جزالاول، مادہ ع رف، ص: 404

Al-Fayyūmī, Aḥmad ibn Muḥammad ibn ʿAlī, *Al-Miṣbāḥ al-Munīr fī Gharīb al-Sharḥ al-Kabīr*, Cairo: Dār al-Maʿārif, 2nd ed., 1397 AH, al-Juzʾ al-Awwal, maddah: ʿ-r-f, p. 404.

[4] الزبيدي، محمد مرتضى الحسيني، تاج العروس من جواهر القاموس، تحقيق: عبد الستار أحمد فراج، الكويت: وزارة الإرشاد والأنباء، ١٣٨٥ھ، ج: 24، مادّة: (عرف)، ص: 166–167.

Al-Zabīdī, Muḥammad Murtaḍā al-Ḥusaynī, *Tāj al-ʿArūs min Jawāhir al-Qāmūs*, taḥqīq: ʿAbd al-Sattār Aḥmad Farrāj, Kuwait: Wizārat al-Irshād wa-al-Anbāʾ, 1385 AH, Vol. 24, maddah: ʿ-r-f, pp. 166–167.

[5] الشيخ، منصور محمد، أصول الأحكام، بيروت: دار النفائس، الطبعة الأولى، 2003م، ص: 263.

Al-Shaykh, Manṣūr Muḥammad, Uṣūl al-Aḥkām, Bayrūt: Dār al-Nafāʾis, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 2003, p. 263

[6] رضوی، محمد نظام الدین، مفتی، فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول، لاہور: والضحیٰ پبلیکیشنز، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۸۶

Razvī, Muḥammad Niẓām al-Dīn, Muftī. Fiqh-i Islāmī ke Sāt Bunyādī Uṣūl. Lahore: al-Waḍuḥā Publications, 2014, p. 186.

[7] محمد نعمان، مولانا، فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ، کراچی: ادارۃ المعارف، 2014ء، ص: ۲۲۱

Muḥammad Nuʿmān, Maulānā. Fiqh-i Islāmī ke Zaylī Maʾākhidh. Karachi: Idārat al-Maʿārif, 2014, p. 221

[8] الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی. أصول الفقہ الإسلامی، دمشق: دار الفکر، ۱۹۸۶ء، ج ۲، ص: ۸۳۸.

Al-Zuḥaylī, Wahbah ibn Muṣṭafā, Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī, Dimashq: Dār al-Fikr, 1986, vol. 2, p. 838.

[9] أبو زهرة، محمد، أصول الفقه، القاهرة: دار الفكر العربي، (د.ط)، ص: 227.

Abū Zahrah, Muḥammad, Uṣūl al-Fiqh, al-Qāhirah: Dār al-Fikr al-ʿArabī, n.d. (D.T.), p. 227

[10] ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم المصری. الأشباہ والنظائر علی مذہب أبی حنیفۃ النعمان. بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۹ء، ص ۱۰۶-۱۰۵

Ibn Nujaym, Zayn al-Dīn ibn Ibrāhīm al-Miṣrī, Al-Ashbāh wa al-Naẓāʾir ʿalā Madhhab Abī Ḥanīfah al-Nuʿmān, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1999, pp. 105–106.

[11] محمد نعمان، مولانا، فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ، کراچی: ادارۃ المعارف، 2014ء، ص: 239

Muḥammad Nuʿmān, Maulānā. Fiqh-i Islāmī ke Zaylī Maʾākhidh. Karachi: Idārat al-Maʿārif, 2014, p. 239

[12] القرہ داغی، علی محیی الدین. العرف والعادۃ فی رأی الفقہاء. بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۷ء، ص ۱۲۳.

Al-Qaraḍāghī, ʿAlī Muḥyī al-Dīn, Al-ʿUrf wa al-ʿĀdah fī Raʾy al-Fuqahāʾ, Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1997, p. 123.

[13] الزرقاء، مصطفی أحمد. المدخل الفقہی العام. دمشق: دار القلم، ۲۰۰۴ء، ج ۲، ص ۸۴۲.

Al-Zarqāʾ, Muṣṭafā Aḥmad, Al-Madkhal al-Fiqhī al-ʿĀmm, Dimashq: Dār al-Qalam, 2004, vol. 2, p. 842.

[14] محمد نعمان، مولانا، فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ، کراچی: ادارۃ المعارف، 2014ء، ص: ۲۴۱

Muḥammad Nuʿmān, Maulānā. Fiqh-i Islāmī ke Zaylī Maʾākhidh. Karachi: Idārat al-Maʿārif, 2014, p. 241

[15] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر. رد المحتار علی الدر المختار (حاشیۃ ابن عابدین). بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۲ء، ج ۵، ص ۵۰۳

bn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn ibn ʿUmar, Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār (Ḥāshiyat Ibn ʿĀbidīn), Beirut: Dār al-Fikr, 1992, vol. 5, p. 503.

[16] الشوکانی، محمد بن علی بن محمد. إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول. تحقیق: أبو حفص سامی بن العربی الأثری. الریاض: دار الفضیلۃ، ۲۰۰۰ء، ج ۲، ص ۱۹۸.

Al-Shawkānī, Muḥammad ibn ʿAlī ibn Muḥammad, Irshād al-Fuḥūl ilā Taḥqīq al-Ḥaqq min ʿIlm al-Uṣūl, ed. Abū Ḥafṣ Sāmī ibn al-ʿArabī al-Atharī, Riyadh: Dār al-Faḍīlah, 2000, vol. 2, p. 198.

[17] الزرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر. المنثور فی القواعد الفقهية. تحقيق: تيسير فائق أحمد محمود. الكويت: وزارة الأوقاف الكويتية، ١٤٠٥ھ، ج ٢، ص ٣٦٧.

Al-Zarkashī, Badr al-Dīn Muḥammad ibn ʿAbd Allāh ibn Bahādur, Al-Manthūr fī al-Qawāʿid al-Fiqhiyyah, ed. Taysīr Fāʾiq Aḥmad Maḥmūd, Kuwait: Wizārat al-Awqāf al-Kuwaytiyyah, 1405 AH, vol. 2, p. 367.

[18] القرہ داغی، علی محیی الدین. العرف والعادۃ فی رأی الفقہاء. بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ١٩٩٧ء، ص ١٤٠-١٣٥.

Al-Qaraḍāghī, ʿAlī Muḥyī al-Dīn, Al-ʿUrf wa al-ʿĀdah fī Raʾy al-Fuqahāʾ, Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1997, pp. 135–140

[19] ندوی، مجیب اللہ، فقہ اسلامی اور دورِ جدید کے مسائل، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 1977ء، ص:124

Nadwī, Mujīb Allāh, Fiqh-e-Islāmī aur Daur-e-Jadīd ke Masāʾil, Nayī Dihlī: Maktabah Jāmiʿah Limited, 1977, p. 124.

[20] محمد نعمان، مولانا، فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ، کراچی: ادارۃ المعارف، 2014ء، ص: ٢٧٩

Muḥammad Nuʿmān, Maulānā. Fiqh-i Islāmī ke Zaylī Maʾākhidh. Karachi: Idārat al-Maʿārif, 2014, p. 279

[21] سنن ابی داؤد: کتاب البیوع، حدیث نمبر 3340

Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Buyūʿ, Ḥadīth no. 3340, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut.

[22] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث نمبر: 4759

Saḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Tafsīr, Ḥadīth no. 4759

[23] سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، حدیث نمبر: 360

Sunan Ibn Mājah, Kitāb al-Libās, Ḥadīth no. 360

[24] https://www.banuri.edu.pk/readquestion/insurance-ka-shari-hukm-144504100311/18-10-2023

[25] https://www.banuri.edu.pk/bayyinat-detail/%D8%AF%D8%B3%D8%AA%D8%A7%D9%88%DB%8C%D8%B2%D8%A7%D8%AA-%DA%A9%DB%8C-%D8%B4%D8%B1%D8%B9%DB%8C-%D8%AD%DB%8C%D8%AB%DB%8C%D8%AA

[26] https://www.darulifta.info/d/darululoomkarachi/fatwa/oTL/azaa-e-insani-ki-pyawand-kari

[27] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر، ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، تحقیق: عادل أحمد عبدالموجود، وعلي محمد معوض، الریاض: دار عالم الکتب، طبع اول، 2003ء، ج:5، ص:263، کتاب البیوع، مطلب في العرف۔

Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn ibn ʿUmar, Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār Sharḥ Tanwīr al-Abṣār, taḥqīq: ʿĀdil Aḥmad ʿAbd al-Mawjūd wa ʿAlī Muḥammad Muʿawwaḍ, Riyāḍ: Dār ʿĀlam al-Kutub, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 2003, vol. 5, p. 263, Kitāb al-Buyūʿ, Maṭlab fī al-ʿUrf.

[28] محمد نعمان، مولانا، فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ، کراچی: ادارۃ المعارف، 2014ء، ص: ٢٣٧

Muḥammad Nuʿmān, Maulānā. Fiqh-i Islāmī ke Zaylī Maʾākhidh. Karachi: Idārat al-Maʿārif, 2014, p. 237